OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

مرشد کی ضرورت اور مراقبہ: اردو سفر ناموں کا اختصاصی مطالعہ

The Need for a Mentor and Meditation: A Specialized Study of Urdu Travelogues

☆ **Muhammad Pervaiz**
PhD Scholar, Dept. of Islamic Studies& Shariah, Minhaj University Lahore
☆☆ **Dr Shabir Ahmad Jamee**
HOD, Department of Islamic Studies, Minhaj University Lahore, Pakistan.

Citation:
Pervaiz, Muhammad and Dr Shabir Ahmad Jamee, " The Need for a Mentor and Meditation: A Specialized Study of Urdu Travelogues"Al-Idrāk Research Journal, 4, no.1, Jan-Jun (2024): 216– 241.

ABSTRACT
Meditation and the need for a spiritual guide are essential aspects of spirituality that help an individual reach the depths of self-awareness and embark on a path of spiritual growth. These concepts are portrayed in various ways in Urdu travelogues, where travelers not only cross geographical boundaries but also undertake spiritual journeys.In Urdu travelogues, the role of a spiritual guide, or *Murshid*, is highlighted as that of a mentor and leader, who helps their disciples overcome worldly and spiritual difficulties with their guidance and counsel. The *Murshid* is often associated with a particular spiritual order or path, and through their presence, the disciple is shown the way to inner reform and a closer connection to God. The need for a spiritual guide is described in different contexts in these travelogues, where an individual relies on their guide for spiritual development. Meditation, a spiritual practice, aims to help a person achieve awareness of their inner truth and a closeness to God. In Urdu travelogues, meditation is depicted as an important spiritual practice, through which one seeks inner purity and strives to attain God's approval. It is seen as a means of achieving spiritual peace, mental tranquility, and freedom from worldly troubles.In Urdu travelogues, the references to both the spiritual guide and meditation teach us that spiritual progress requires not only the guidance of a *Murshid* but also the practice of meditation. These travelogues repeatedly emphasize that through the guidance of a *Murshid* and the practice of meditation, an individual can reach the depths of their spirituality, achieving success in both this world and the hereafter.Thus, in the light of Urdu travelogues, the importance of a spiritual guide and meditation can be understood as two essential pillars of spiritual development, providing the individual with the strength to change their destiny.

Keywords: Spiritual Guide, Meditation, Self-Awareness, Urdu Travelogues, Inner Reform

مراقبہ اور مرشد کی ضرورت روحانیت کے اہم پہلو ہیں جو انسان کو خودی کی گہرائیوں میں پہنچانے اور روحانی ترقی کی راہ پر گامزن کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اردو سفر ناموں میں ان مفاہیم کو مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے، جہاں سفر کرنے والے افراد نہ صرف جغرافیائی حدود کو پار کرتے ہیں بلکہ روحانی سفر بھی طے کرتے ہیں۔ اردو سفر ناموں میں مرشد کا کردار ایک رہنما اور ہادی کے طور پر اجاگر ہوتا ہے، جو اپنی ہدایات اور مشوروں سے اپنے مریدین کو دنیاوی اور روحانی مشکلات سے نکالتا ہے۔ مرشد کا تعلق کسی خاص روحانی سلسلے یا طریقت سے ہوتا ہے، اور اس کی موجودگی سے مرید کو اپنے اندر کی اصلاح اور خدا کے قریب پہنچنے کی راہ ملتی ہے۔ سفر ناموں میں مرشد کی ضرورت کو مختلف سیاق و سباق میں بیان کیا گیا ہے، جہاں انسان اپنی روحانی تربیت کے لئے مرشد کی رہنمائی کا محتاج ہوتا ہے۔ مراقبہ، جو کہ ایک روحانی عمل ہے، کا مقصد انسان کو اپنی اندرونی حقیقت اور خدا کی قربت کا ادراک کرانا ہے۔ اردو سفر ناموں میں، مراقبہ کو روحانیت کی ایک اہم مشق کے طور پر دکھایا گیا ہے، جس کی مدد سے انسان اپنے نفس کی صفائی اور اللہ کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمل روحانی سکون، ذہنی سکون اور دنیاوی پریشانیوں سے نجات دینے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

اردو سفر ناموں میں مرشد اور مراقبہ کا تذکرہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ روحانی ترقی کے لئے نہ صرف مرشد کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ مراقبہ بھی ایک لازمی جزو ہے جو انسان کو اپنے روحانی مقصد کے قریب پہنچاتا ہے۔ ان سفر ناموں میں اس بات کا بار بار ذکر ملتا ہے کہ مرشد کی رہنمائی اور مراقبہ کی مشق سے انسان اپنی روحانیت کی گہرائیوں میں جا کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح، اردو سفر ناموں کی روشنی میں مرشد کی ضرورت اور مراقبہ کی اہمیت کو سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ دونوں روحانی ترقی کے لئے اہم ستون ہیں جو انسان کو اپنی تقدیر بدلنے کی قوت فراہم کرتے ہیں۔

سفر ناموں میں دیگر مباحث کے علاوہ مرشد کی ضرورت اور مراقبہ کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ سب سے پہلے سفر ناموں میں سے ان کے اقتباسات درج کیے جائیں گے اور بعد میں ان کا مفہوم بیان کیا جائے گا۔

سفر نامہ کا مفہوم

سفر نامہ کی ابتدائی مباحث کرنے کے بعد سفر نامہ کی تعریف بیان کرتے ہیں اس سلسلے میں پہلے اردو، عربی اور انگریزی زبان کی لغات سے سفر نامہ کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

سفر نامہ کا لغوی معنی

1. لسان العرب میں محمد بن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ

سفر، سَفَرَ البیتَ وغیرہ یسفرہ سفراً سفرت الریح الغیم عن وجہ السماء[1]

"ہوا کا آسمان سے گھٹا کو دور کر دینا"

2. القاموس الوحید میں وحید الزماں قاسمی لکھتے ہیں

سفر الشی سفراً "کھولنا، منکشف کرنا" العمامۃ عن الرأس "سر سے پگڑی اتارنا، سر کھولنا"

سفرت الریح الغیم عن وجہ السماء[2] "ہوا کا آسمان سے گھٹا کو دور کر دینا، آسمان کھول دینا"

3. مولوی سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ میں لکھتے ہیں کہ

سفر نامہ (ع ف) اسم مذکر: سیاحت نامہ، سفر کی کیفیت، روزنامچہ سفر، حالات و سرگزشت سفر[3]

4. لوئیس معلوف المنجد میں لکھتے ہیں کہ

عربی کی مشہور لغت المنجد میں سفر کے لیے الرحلۃ کے ایک معنی اس طرح تحریر کیا گیا ہے

قصۃ المسافر عما جری لہ فی سفرہ[4]

"مسافر کو دوران سفر پیش آنے والے واقعات و حوادث کا بیان۔"

5. مولوی نور الحسن نیر نور الغات میں لکھتے ہیں کہ

"سفر نامہ کے معنی سفر کے حالات اور سرگزشت کے ہیں"[5]

6. مولوی فیروز الدین جامع فیروز اللغات میں لکھتے ہیں کہ

سفر نامہ کے لیے لغت میں ایک لفظ روزنامچہ کا بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں ہر روز حساب لکھنے کی کتاب ڈائری، کھاتا کے ہیں۔[6]

[1] Ibn Manzūr, Afrīqī, *Lisan al-'Arab* (Qāhirah: Dār al-Ṣādir, 1414 AH), 11: 724.

[2] Qāsimī, Waḥīd al-Zamān, *Al-Qāmūs al-Wāḥid* (Lahore: Idārah Islāmīyāt, 2001), p. 578.

[3] Dehlvī, Sayyid Aḥmad, *Farhang Asīfīyah*, Vol. 3 (Dihlī: Urdū Sā'īnces Bōrḍ, 1918), p. 555.

[4] Luwīs Ma'lūf, *Al-Munjid* (Bayrūt: Al-Maṭba'ah al-Kāthūlīkīyah, n.d.), p. 390.

[5] Nūr al-Ḥasan, Mawlāwī, *Nūr al-Lughah,* Vol. 3 (Lukhnau: Nair Press, 1347 AH), p. 409.

[6] Fīrūzuddīn, Mawlāwī, *Jāmi' Fīrūz al-Lughāt* (Dihlī: Educational Publishing House, 2001), p: 234

مذکورہ بالا لغات میں سفرنامہ کے بیان کردہ جو معنی مشترک و مشابہ ہیں وہ یہ ہیں
سفر کے حالات و سرگزشت، سفر کی کیفیت اور مسافر کو سفر میں درپیش آنے والے واقعات کا بیان ہے فرہنگ آصفیہ میں سفرنامہ کا ایک الگ معنی بھی بیان کیا گیا ہے جو کہ روزنامچہ سفر اور سیاحت نامہ ہے جو ان سے مختلف ہے۔اسی طرح اب سفرنامہ کا معنی مختلف انگلش ڈکشنری سے بیان کیا جاتا ہے۔
ویبسٹرس اپنی انٹرنیشنل ڈکشنری میں سفرنامہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> Travelogue is a talk,lecture,or discourse on travels usually with illustration (as slides or motion picture)[1]

"سفر داستان، سفرنامہ، سفر کی روداد پر مشتمل لیکچر جس میں عموماً سلائیڈس یا متحرک فلم دکھائی جاتی ہے۔"

The Oxford English Dictionary

> Travelogue An(illustrated) lecture about places and experiences encountered in the course of travel hence a film broadcast book etc[2]

اس میں Travelogue کے معنی اس (مصور) لیکچر کے بیان کیے گئے ہیں، جو سفر کے مقامات اور اس کے تجربات پر مشتمل ہو، اور جو فلم، ریڈیو نشریہ، یا کتابی شکل میں ہو

ڈاکٹر عبدالحق اپنی تصنیف انگریزی اردو لغت The standard English.urdu Dictionary میں لکھتے ہیں کہ

"باتصویر لیکچر سیاحت کی مہم وغیرہ پر تقریر متعلق سیاحت داستان سفر۔"[3]

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اس لفظ کے ایک معنی تھوڑے اختلاف کے ساتھ یہ بیان کیے گئے ہیں

> Account of occurences and observation of a journey in foreign parts[4]

---

[1] Webster's Third International Dictionary (Massachusetts, U.S.A., p. 2433).

[2] The Oxford English Dictionary (Oxford, 1989), p. 443.

[3] The standard English.urdu Dictionary, ء2001

[4] Khālid Maḥmūd, Dr., *A Critical Study of Urdu Travelogues* (Dihlī: Maktabah Jamī'ah Limited, 1995), p. 30.

اس میں سفر نامہ (Travel) سفر کے دوران پیش آنے والے واقعات و مشاہدات کو کہا گیا ہے جو خارجی حصے سے متعلق ہو۔ اس میں (Foreign parts) کے الفاظ بطور وضاحت استعمال کیے گئے ہیں۔
مندرجہ بالا سفر نامہ کی تعریفات کے تناظر میں یہ اہم مباحث بنتی ہیں۔

1. مسافر اور سیاح کے حالات سفر کا بیان
2. مسافر اور سیاح کے حالات سفر پر مصور لیکچر
3. مسافر اور سیاح کے حالات سفر سے متعلق تقریر
4. مسافر اور سیاح کے حالات سفر کا تحریری بیان

اس سلسلے میں آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں Travelogue کے جو معنی تحریر کیے گئے ہیں وہ مذکورہ لغات کے معانی سے زیادہ وسعت اور جامعیت کے حامل ہیں
اس میں سفر نامہ کسی مسافر کے سفر کی داستان کے اس بیان کو کہا گیا ہے، جو بطور خاص کتابی شکل میں ہو (اگرچہ اس میں دیگر شکلوں کے امکان بھی موجود ہے) Travels کے جو معنی بیان کیے گئے ہیں ان کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں سفر نامہ کے مفہوم کو زیادہ جامعیت، وضاحت اور مکمل شکل میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔
"سفر نامہ کسی مسافر یا سیاح کے سفر کے مشاہدات و واقعات اور تجربات کے اس بیان کو کہتے ہیں جو بالخصوص کتابی شکل میں ہو۔"[1]

سفر نامہ کا اصطلاحی مفہوم

سفر نامہ کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد اب سفر نامہ کا اصطلاحی مفہوم مشہور مفکرین و محققین کی تصنیفات سے بیان کیا جاتا ہے۔ سفر نامہ کا اصطلاحی مفہوم اور اس کی اہمیت ڈاکٹر قدسیہ قریشی اپنی کتاب "اردو سفر نامے انیسویں صدی میں" یوں بیان کرتی ہیں

> "سفر نامہ وہ طرز تحریر اور اسلوب بیان ہے جس میں سیاح اپنے داخلی احساسات، خارجی حالات کے ساتھ جوڑ کر اپنی ذہنی، دلی اور طبعی کیفیت ظاہر کرتا ہے۔"[2]

[1] Qudsīyah Qūreshī, Dr., *Urdu Travelogues in the Nineteenth Century* (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, 1978), p. 49.

[2] Anwar Sadīd, Dr., *Travelogues in Urdu Literature* (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, 1995), p. 50.

ڈاکٹر انور سدید اپنی تصنیف ”اردو ادب میں سفر نامہ“ میں لکھتے ہیں کہ

> ”فنی طور پر سفر نامہ وہ بیانیہ ہے، جو سفر نامہ نگار سفر کے دوران یا اختتام سفر پر اپنے مشاہدات، کیفیات اور اکثر اوقات قلبی واردات سے مرتب کرتا ہے۔“[1]

ڈاکٹر خالد محمود ”اردو سفر ناموں کا تنقیدی مطالعہ“ میں لکھتے ہیں کہ

> ”سفر نامہ نگار دوران سفر یا سفر سے واپسی پر اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات اور تاثرات واحساسات کو ترتیب دے کر جو تحریر رقم کرتا ہے وہ سفر نامہ ہے۔“[2]

ڈاکٹر مختار الدین ”احمد نشاط آبلہ پائی“ میں لکھتے ہیں کہ

> ”سفر نامے میں دو خوبیاں ضرور ہونی چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قاری کے دل میں سیاحت کا شوق پیدا کر دے، اور اگر پہلے سے موجود ہو تو سفر نامہ آتش شوق کو تیز کر دے۔ دوسری یہ کہ منظر کشی ایسی مکمل اور جان دار ہو کہ منظر سامنے آجائے۔“[3]

سفر نامہ کی مذکورہ بالا تعریفات سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ سفر نامہ وہ صنف ادب ہے جس میں سفر نامہ نگار دوران سفر یا سفر سے واپسی پر اپنے مشاہدات وواقعات، تجربات اور قلبی تاثرات کو تحریر کرتا ہے۔ سفر نامہ کا ایک بہت نمایاں وصف منظر کشی ہے۔ اسے سفر نامہ کی جان کہا جاسکتا ہے۔ سفر نامہ چوں کہ سفر نامہ نگار کے مشاہدے سے مرتب ہوتا ہے اس لیے اس کی کامیابی کی شرط یہی ہے کہ سفر نامہ نگار اپنے مشاہدے کو کس طرح ہو بہو اپنے قاری تک منتقل کرتا ہے۔ چنانچہ سفر نامہ نگار جتنا سفر سے لطف اندوز ہو گا اتنا ہی سفر نامہ اچھا اور مفید ہو گا۔

سفر کی اہمیت

انسان کو ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے، جہاں وہ مستقل طور پر قیام کر سکے، اس کے لئے وجہ سکون و قرار، وہیں قدرت نے اس کے ساتھ مختلف ایسی ضروریات بھی رکھی ہیں کہ اسے گاہے بگاہے اپنی قیام گاہ کو چھوڑنا اور دوسرے مقامات کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

---

[1]Khālid Maḥmūd, Dr., *A Critical Study of Urdu Travelogues* (2011), p. 22.

[2] Mukhtāruddīn Aḥmad, Professor, *Nishāt-e-Āblah Pā'ī* (Alīgarh: Alīgarh Heritage Publications, 2007), p. 53.

[3]Karīmī, Muḥammad Ḥammād, *Yād-e-Ḥaram* (Lahore: Urdu Bazar, n.d.), p. 8.

محمد حماد کریمی "یاد حرم" میں لکھتے ہیں کہ

> "قرآن و حدیث میں سفر کے احکام خاص طور سے ذکر کئے گئے ہیں، اور فقہ کی کتابوں میں بھی مسافر سے متعلق خصوصی احکام کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔"[1]

سفر کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں حکم دے کر سفر کی ترغیب دی گئی ہے، نیز احادیث میں بھی بہت سے مقاصد مثلاً جہاد اور علم وغیرہ کے لئے سفر کرنے کی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، اسی لئے حضرات انبیاء علیہ السلام نے بھی اسفار کئے، صحابہ کرام نے بھی، محدثین و فقہاء اور مبلغین و صوفیاء نے بھی، ان میں سے بہت سے اہل علم وہ ہیں، جنہوں نے اپنے واقعات سفر کو خود بیان کیا ہے، خود قرآن مجید میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا سفر نامہ موجود ہے، قدر اختصار کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے اسفار کا بھی ذکر آیا ہے۔

خالد سیف اللہ "رحمانی متاع" سفر میں لکھتے ہیں کہ

> "احادیث مبارکہ میں ہجرت مدینہ منورہ کے سفر کی تفصیلات اس خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں کہ وہ واقعہ نگاری کا ایک شاہکار ہیں، خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے آسمانی سفر یعنی واقعہ معراج کو تفصیل کے ساتھ نہایت خوبصورت اور دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے، جو یقیناً ایک ادبی شہ پارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔"[2]

اب سفر کا مفہوم بیان کرنے کے بعد وسائل سفر کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ مختلف ادوار میں سفر کرنے کا طریقہ مختلف ہوتا ہے ابتداء میں انسان زیادہ تر پیدل سفر کرنے کو ترجیح دیتا تھا اور قافلوں کی صورت میں سفر کرتا تھا جو کہ کئی دنوں اور مہینوں پر مشتمل ہوتا تھا جیسے جیسے وقت بدلتا گیا سفر کرنے کے وسائل بدلتے گئے۔

مرشد کی ضرورت

محمد جلیل احمد اخوان مرشد کی ضرورت کے حوالے سے سفر نامہ حرمین شریفین میں لکھتے ہیں کہ

> "جس چیز سے آدمی پاگل ہو جائے وہی دنیا ہے آدمی حسین عورت اور لڑکوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہے۔ پاگل کا معنیٰ ہے پائے گل کہ جس کے پاؤں دلدل میں پھنس جائیں اس سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ نکالنے والا باہر ہو اور وہ پیر و مرشد ہے جو رسی پھینکتا ہے اور کہتا

[1] Rahmānī, Khālid Saifullāh, *Matā‘ al-Safar* (Lahore: Sang-e-Meel, n.d.), p. 12.

[2] Afrīqī, Ibn Manzūr, *Lisan al-‘Arab*, p. 379.

ہے کہ مریضو! اس کو پکڑ لو تو باہر نکل آؤ گے، ورنہ دلدل سے جو جتنا نکلنے کی کوشش کرتا ہے مزید پھنستا ہے بشرطیکہ وہ پیر بھی دلدل میں پھنسا ہوا نہ ہو۔"[1]

اس اقتباس میں مرشد کی ضرورت کے بارے میں محمد جلیل اخوان ایک مثال دے کر کہتے ہیں کہ مرشد ایسا نہ ہو کہ وہ خود کسی دلدل میں پھنسا ہوا ہو بلکہ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ جو مرید کو مشکلات سے نکال کر آسانی کی طرف لے جائے۔ مرشد کامل کی خصوصیات میں سے ایک پابندی شریعت اور اہل بیت نبوی ﷺ سے محبت وعقیدت ضروری ہے اس حوالے سے احادیث مبارکہ میں ہے

ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه[2]

"میں تمہارے بیچ دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گم راہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔"

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن دیکھا، آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر خطبہ دے رہے تھے، میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا

کتاب الله وعترتی اهل بیت[3]

"اے لوگو میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: ایک اللہ کی کتاب ہے دوسرے میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔"

عبد الحق سیف الدین محدث دہلوی واقعہ موسیٰ وخضر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے مرشد اور مرید کے تعلق کی نوعیت واضح کرتے ہیں کہ

"حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کر دیا جس پر سوار ہو کر دونوں نے دریا عبور کیا، آگے چل کر ایک بچے کو قتل کر دیا، بستی میں ایک ٹیڑھی دیوار تھی جسے حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر کسی اجرت کے درست کر دیا۔ ان تینوں واقعات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا جنہیں اعتراض نہ کرنے کی شرط پر خضرؑ نے اپنی صحبت میں رکھا تھا۔ تیسرے

---

[1] Ikhwān, Jalīl Aḥmad, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (Karāchī: Kutub Khānā Mazharī, 2016), p. 46.

[2] Nishāpūrī, Abū ʻAbdallāh Ḥākim, *Al-Mustadrak al-Ḥākim* (Bayrūt: Dār al-Maʻrifah, 1418 AH), p. 318.

[3] Tirmidhī, Muḥammad ibn ʻĪsā, *Jāmīʻ Tirmidhī* (Lahore: Rahmānī Kutub Khānā Urdu Bazar, 1988).

اعتراض کے بعد تینوں واقعات کی حکمتیں بتا کر خضرؑ حسب شرائط حضرت موسیٰ سے الگ ہو گئے۔ اس واقعہ سے شیخ نے یہ معنیٰ لیا ہے کہ مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ دل کی کشتی کو توڑے تاکہ شیطان اس پر قابض نہ ہونے پائے، نفس امارہ کو قتل کرے جو طفل شریر کی مانند ہے، دین کی گرتی دیوار کو بغیر کسی اجرت کے درست کرے۔"[1]

عبد الحق سیف الدین نے مرشد کو اپنے مرید کے ساتھ جو تعلق رکھنا چاہیے اس کی مثال انہوں نے حضرت حضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کے واقع سے دی کہ مرشد کو اپنے مرید کی اصلاح کس طریقے سے کرنی چاہیے اور اس تبلیغ کے اجر کی امید بندے سے نہیں بلکہ اللہ سے ہو ایسا جو کرتا ہے وہی مرشد کامل اور خضر وقت ہے اور اس کے برعکس جو اپنے مرشد کے ہر کام پر خاموش رہے وہی طالب صادق ہے۔

صحبت شیخ

روح کی پاکیزگی و طہارت، باطن کی ترقی اور صحبت شیخ خدائے عزوجل کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے ایک اہم ذریعہ ہے۔ اب ضروری یہ ہے کہ صحبت شیخ کی اہمیت و مقام کو پہچانا جائے تاکہ کامل طریقے سے مطلوبہ فوائد کو حاصل کیا جا سکے۔

جلیل احمد اخوان اپنے سفر نامہ میں صحبت شیخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> "جب لوہے کو موڑنا ہوتا ہے تو پہلے اس کو آگ میں رکھتے ہیں یہاں تک کہ آگ کی حرارت سے وہ سرخ ہو کر نرم ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر ہتھوڑا مارا جاتا ہے تو ایک دم مڑ جاتا ہے، بغیر گرم کیے اس پر کتنا ہی ہتھوڑا بجاؤ لوہا مڑے گا نہیں۔ پس یہی حال ہمارے قلب کا ہے۔ ہمارا قلب مثل لوہے کے ہے۔ اس کو پہلے کسی اللہ والے کی صحبت کی آگ میں سرخ کر لو پھر جب اس صحبت کی برکت سے، اللہ کی محبت سے اس میں نرمی آجائے گی پھر ذکر کا ہتھوڑا لگاؤ گے تو دیکھو گے کہ کیسا اللہ کی طرف مڑتا ہے صحبت کے بعد ہی ذکر کا اصلی نفع ظاہر ہوتا ہے۔ ذکر کے نفع تام کے لیے صحبت اہل اللہ ضروری ہے۔"[2]

---

[1] Dehlvī, ‘Abd al-Ḥaqq bin Saifuddīn, *Marj al-Baḥrayn* (in Persian) (Karāchī: Educational Press, n.d.), p. 33.

[2] Muḥammad Akhtar, *Zikr Allāh ke Samrāt* (Fruits of Remembering Allah) (Karāchī: Kutub Khānā Mazharī, Gulshan-e-Iqbāl, Block 2, 2015), p. 92.

اس اقتباس میں مرید کے دل کو لوہے کی مثل قرار گیا ہے اور جس طرح لوہا بغیر گرم کیے موڑا نہیں جا سکتا اسی طرح مرید کا دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اس وقت تک نہیں موڑا جا سکتا جب تک مرشد کامل اس پر گہری ضرب نہیں لگاتا، مرشد کی ضرب لگانے سے مرید کا دل نرم ہو جاتا ہے اور اسی طرح اس کو معرفت نصیب ہو جاتی ہے۔

مرشد کے ساتھ محبت کے حوالے سے جلیل احمد اخوان اپنے سفر نامہ میں لکھتے ہیں کہ

> "میں نے اپنے شیخ کی صحبت میں دینی تعلیم حاصل کی تو ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ دارالعلوم دیو بند میں داخلہ لینا چاہیے لیکن میں نے انکار کر دیا کہ وہاں مجھے اپنے شیخ کی صحبت نہیں ملے گی جو علم کی روح ہے، میں وہاں تعلیم حاصل کروں گا جہاں علم کے ساتھ مجھے شیخ کی صحبت نصیب ہو گی، میں نے بخاری شریف کے چند اسباق اپنے مرشد شاہ عبد الغنیؒ سے پڑھے اور میں نے اتنی محنت سے پڑھا کہ درس نظامی کے آٹھ سال کے نصاب کی چار سال میں تکمیل کی۔"

جلیل احمد اخوان علم حاصل کرنے سے زیادہ بہتر اپنے شیخ کی صحبت سمجھتے ہیں، اور وہ کسی ایسے مدرسے سے تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیتے ہیں جہاں ان کو شیخ کی صحبت میسر نہیں ہو سکتی ان کے نزدیک شیخ جس مقام پر پہنچا سکتا ہے اس مقام تک خالی علم نہیں پہنچا سکتا اور انہوں نے اپنے شیخ سے ہی تعلیم حاصل کرنے کو بہتر سمجھا۔

شہاب الدین صحبت شیخ کے حوالے سے عوارف المعارف میں لکھتے ہیں کہ

> "سالک جب پیر کی صحبت میں حاضر ہو تو اپنے روح و قلب کو پیر کی طرف ہی متوجہ رکھے۔ کیونکہ پیر اپنی توجہ سے سالک کو فیض پہنچاتا ہے۔ اگر مرید باطنی طور پر پیر کی طرف متوجہ نہ ہو گا تو اس کے حصے کا فیض کسی دوسرے مشتاق و متوجہ مرید کو حاصل ہو جائے گا کیونکہ مرید کی باطنی بے توجہی شیخ کامل کو اس کی طرف سے بے رغبت کر دیتی ہے اور شیخ کامل مشتاق و متوجہ شخص کو اپنی توجہات سے نواز دیتا ہے۔ اس لیے صحبت میں بے توجہی سے بیٹھنا اپنے آپ کو محروم کر دینا ہے۔"[1]

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پیر کی صحبت میں ہمیشہ اپنے باطن و قلب کی طرف مکمل دھیان رکھا جائے اور ان کی صفائی و درستگی کے لیے کوشاں رہا جائے۔ وہاں موجود دیگر سالکین، ذاکرین و شاغلین کی نگرانی نہ کرتا پھرے، اور اس کے علاوہ پیر کی صحبت میں یا اس کی درگاہ و خانقاہ میں کسی بھی ایسے قول و فعل سے دور رہے جس سے وہاں پر

---

[1] Suhrwardī, Shahāb al-Dīn, *Awarif al-Ma'ārif* (2010), p. 562.

موجود کسی بھی شخص کو تکلیف یا ایذاء پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ پیر کے سامنے کبھی بھی فضول اور لایعنی بات نہ کرے کیونکہ اکثر اوقات اس طرح کی باتوں سے شیخ کامل کے قلب میں کلفت یعنی ناراضگی پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جو کہ مرید کی ترقی کے لیے نہایت نقصان دہ چیز ہے۔

مرشد کامل کی ضرورت کے بارے میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں

> ”انسانی زندگی کا مقصد اعلیٰ بارگاہ قدس میں ہی پہنچنا ہے، لیکن چونکہ مرید شروع میں بہت سے تعلقات سے وابستہ ہونے کی وجہ سے انتہائی میلے پن اور پستی میں ہوتا ہے، جبکہ ذات باری تعالیٰ انتہائی پاکیزہ اور بہت بلند ہے۔ اس لیے فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کے لیے طالب اور مطلوب کے درمیان جو مناسبت چاہیے وہ موجود نہیں، لہٰذا اسکے راستہ سے باخبر اور راستہ کو صحیح دیکھنے والے پیرِ کامل کے سوا کوئی چارہ نہیں جو درمیان میں واسطہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے قرب اور عام انسانوں سے رابطہ رکھتا ہو تاکہ وہ مطلوب کے ساتھ طالب کے وصول کا ذریعہ بنے۔“[1]

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ صحبت مرشد سے استفادہ کرنے کا اصول بیان کرتے ہوئے حکیم عبد الوہاب کو لکھتے ہیں کہ

> ”اولیاء کے پاس خالی ہو کر آنا چاہیے تاکہ بھرے ہوئے واپس جائیں، اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہیے تاکہ ان کو شفقت آئے اور مرید کے لیے فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھل جائے۔ سیر آنا اور سیر چلے جانا کچھ مزا نہیں دیتا، کیونکہ پر شکمی کا پھل بیماری کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ استغناء و بے پرواہی سے سوائے سرکشی کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔“

امام ربانیؒ اس اقتباس میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جب بھی مرید اپنے شیخ کامل کے پاس جائے تو بالکل خالی ہو کر جائے اس کے دل میں جو خیالات اور وسوسے ہوں ان کو ختم کر کے جائے اور اپنے مرشد کے سامنے اپنی مفلسی کا ذکر کریں تاکہ اس پر اس کو مرشد کچھ نوازے۔

پیر مٹھار رحمت پوری صحبت شیخ کے ساتھ ساتھ محبت شیخ کو لازمی شرط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

---

[1] Sirhindī, Shaykh Aḥmad, *Maktūbāt Imām Rabbānī* (Part III, Letter 169, Volume I) (n.d.).

"صحبت شیخ میں اس قدر آمدورفت ہو کہ پیر کے وطن کو اپنا وطن اور گھر سمجھنے لگے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اولیائے کاملین نے صحبت شیخ کے لیے محبت شیخ کو شرط اول قرار دیا ہے۔"

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محبت شیخ کو ضروری ولازمی سمجھتے ہیں اور اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اگر الفت و محبت کے بغیر سالہا سال صحبت رہے تو بھی کوئی فائدہ بر آمد نہ ہو گا۔ اس لیے مرید پر لازم ہے کہ فائدہ کے حصول کے لیے کامل محبت، مکمل توجہ اور یکسوئی کے ساتھ پیر کی صحبت میں حاضری دے۔ اسی طرح ہی مرید اس نظر کیمیا کا مستحق ہو سکے گا جو تمام عمر کے لیے سعادت بن جائے گی۔ اسی لیے ہمیشہ مشتاق بن کر محبت کی حق ادائیگی بجا لانی چاہیے تاکہ اس کی نظر کیمیا کا مستحق بن پائے۔"[1]

اس اقتباس میں شیخ عبد الحقؒ نے فرمایا ہے کہ صحبت کے ساتھ محبت کا ہونا بے حد ضروری ہے اگر صرف صحبت ہو اور محبت نہ ہو تو وہ صحبت بھی فضول ہے اس صحبت سے کچھ نہیں ملے گا۔

خدمتِ شیخ

محمد اختر اپنے سفر نامہ میں زیارت شیخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

"میں اپنے شیخ و مرشد کی زیارت اور خدمت میں پہنچنے کے لیے بے چین رہتا لیکن سفر سے بعض موانع عارض تھے اس لیے جلد حاضر نہ ہو سکا، اسی دوران اپنے قصبہ کے قریب آبادی سے باہر ایک غیر آباد مسجد میں تشریف لے جاتا اور وہاں معمولات پورے فرماتا بالآخر حاضری کا وقت آن پہنچا، بقرہ عید کے قریب والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر پھولپور روانہ ہو گیا اور عین بقرہ عید کے دن پھولپور پہنچا، قلب و جان مسرور تھے خوشی اور مسرت ہر بُنِ مو سے ٹپک رہی تھی۔"[2]

[1] Dehlvī, Shaykh ʻAbd al-Ḥaqq Muḥaddith, *Akhbār al-Akhīyār* (Lahore: Akbar Book Sellers, 2004), p. 190.

[2] Muḥammad Akhtar, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (p. 1) (1437 AH).

محمد اختر اپنے شیخ کی صحبت کے لیے ہر وقت تیار رہتے اور ان کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ جلد از جلد اپنے شیخ کی زیارت کریں لیکن بیماری کی وجہ سے وہ سفر نہیں کر سکتے جب ان کی صحت میں کچھ بہتری آئی تو وہ فوراً والدہ سے اجازت طلب کر کے پھول پور اپنے شیخ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

محمد اختر جب اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مرشد کے بارے میں لکھا کہ

> "حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن مجید میں مشغول تھے، ٹوپی زمین پر رکھی ہوئی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، گریباں چاک تھا دیکھتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر رہا ہوں جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ متوجہ ہوئے تو میں نے عرض کیا میرا نام محمد اختر ہے، پرتاب گڑھ سے اصلاح کے لیے حاضر ہوا ہوں، چالیس دن قیام کا ارادہ ہے۔ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے کو آپ کے قیام و طعام کا حکم دیا۔ پھر اپنے شیخ کے ساتھ ایسے جڑے کہ سترہ سال شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزار دیے"[1]

محمد اختر جب سفر طے کرتے ہوئے اپنے مرشد کے پاس پہنچتے ہیں تو ان کے معمولات کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنی التجاء ان کے سامنے رکھتے ہیں کہ میں ۴۰ دن گزارنا چاہتا ہوں اجازت ملنے پر بہت خوش ہوتے ہیں اور پھر اپنے شیخ کی صحبت میں اس قدر محو رہتے ہیں کہ سترہ سال اپنے شیخ کی خدمت میں ہی گزار دیتے ہیں۔

شاہ عبد الغنی صحبت شیخ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> "مجھے رسول پاک ﷺ کی بارہ مرتبہ زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ تو اتنے قریب سے زیارت نصیب ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی نظر آرہے تھے۔ میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عبد الغنی نے آج آپ کو خوب دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں عبد الغنی! آج تم نے اپنے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب دیکھ لیا۔"[2]

اس اقتباس میں عبد الغنی کو بارہ مرتبہ حضور پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ تو اتنے قریب سے زیارت ہوئی کہ آنکھوں کے ڈورے بھی نظر آنے لگے اور اس پر عبد الغنی نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ اے

[1] Ikhwān, Jalīl Aḥmad, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (p. 2) (1437 AH).

[2] Muḥammad Akhtar, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (p. 15) (1437 AH).

خدا کے رسول ﷺ کیا آج میں نے آپ کو دیکھ لیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں عبد الغنی آج توں نے مجھے خوب دیکھ لیا اور یہ درجہ ان کو اپنے مرشد کی خدمت اور صحبت کا ملا۔

آداب شیخ

حضرت مجدد الف ثانیؒ ادب شیخ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> "اے عزیز تو جان کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور اپنے شیخ کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اُس کے غیر کی طرف توجہ نہ کرے اور اپنے آپ کو کلیتاً اُس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اُس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور فرض اور سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اُس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔"[1]

تصوف سراسر ادب کا نام ہے، بغیر ادب کے اس راہ میں کچھ نہیں ملتا جو سالک ادب سے محروم رہتا ہے وہ مقام قرب سے دور اور مقام قبولیت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور طالب کو چاہیے کہ وہ اپنے ذہن میں اپنے مرشد کو رکھے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی نفلی عبادت نہ کریں اور اس کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذکر و اذکار میں مشغول نہ ہو۔

مرشد کے ادب کے بارے میں حضرت غوث اعظمؒ لکھتے ہیں کہ

"مرید پر واجب ہے کہ ظاہر میں شیخ کی مخالفت نہ کرے اور باطن میں اس پر اعتراض نہ کرے کیونکہ گناہ کرنے والا ظاہر میں ادب کا تارک ہوتا ہے اور دل سے اعتراض کرنے والا اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑتا ہے۔ بلکہ مرید کو چاہئے کہ شیخ کی حمایت میں ہمیشہ کے لئے نفس کا دشمن بن جائے۔ شیخ کی ظاہری اور باطنی طور پر مخالفت سے اپنے آپ کو روکے اور نفس کو جھڑک دے۔"[2]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ بے حد محبت کرنی چاہیے اور اس کے عیب پوشی کرنی چاہیے اور اگر اس کا نفس اس کو اپنے شیخ کے خلاف اکساتا ہے تو اس کو قابو میں رکھے شیخ کی ظاہری اور باطنی طور پر مخالفت سے اپنے آپ کو روکے۔

---

[1] Sirhindī, Shaykh Aḥmad, *Maktūbāt Imām Rabbānī* (Part III, Letter 177, Volume I) (n.d.).

[2] Jīlānī, Shaykh ‘Abd al-Qādir, *Ghuniya al-Ṭālibīn* (1998), p. 718.

تصور شیخ

تصور شیخ کے حوالے سے غلام محی الدین گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ

> "شیخ کامل کے تصور سے مرید کو یہی غرض ہو کہ اپنے آپ کو اس میں فنا کرے اپنی صورت اور عبادت کو اسی کی عبادت سمجھے ہر وقت اسی کی یاد میں محو رہے ہر کام میں اپنے مرشد کو تصور میں رکھے تاکہ اس کے مقام تک رسائی ہو۔ وہ اپنے مرشد کی محبت میں اس قدر محو ہو جائے کہ اس کی سیرت وصورت شیخ کی صورت وسیرت ہو جائے"[1]

اس اقتباس میں محبت شیخ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ مرید کامل اپنے شیخ کو ہر وقت خیال میں رکھے اور اس کی محبت میں اس قدر گم ہو جائے کہ اس کی سیرت وصورت میں وہی نظر آنے لگے۔ ضرورت مرشد اور اس کے ذریعے قرب نبوی ﷺ اور قرب خداوندی کا نصیب ہونا یہ امور صوفیاء وسیلہ کے تصور کے تحت لاتے ہیں اسی مناسبت سے یہاں پہلے وسیلہ کا تصور اور مرشد کا وسیلہ بننا وغیرہ پر بحث کی جاتی ہے۔

وسیلہ کا لغوی مفہوم

لغوی طور پر وسیلہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی ذات تک رسائی یا قرب حاصل کیا جا سکتا ہو وسیلہ کے لغوی معنی کے بارے میں نصر اسماعیل بن حماد الجوہری لکھتے ہیں

> الوسيلة: ما يتقرب به إلى الغير[2]
>
> "وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کا قرب حاصل کیا جائے۔"

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں

> الوسيلة المنزلة عند الملك، والوسيلة الدرجة، والوسيلة القربة[3]
>
> "وسیلہ سے مراد بادشاہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے۔ اس کا معنی درجہ اور قربت بھی ہوتا ہے۔"

---

[1] Gilānī, Ghulām Muḥyī al-Dīn, Syed, *Maktūbāt* (Unpublished) (1948).

[2] Joharī, Naṣr Ismā'īl bin Ḥammād, *Al-Ṣiḥāḥ*, Vol. 5 (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1407 AH), p. 1841.

[3] Afrīqī, Ibn Manzūr, *Lisan al-'Arab*, Vol. 11 (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH), p. 724.

اصطلاحی مفہوم

وسیلہ کے اصطلاحی مطالب میں کافی مفاہیم پائے جاتے ہیں جن میں نیک اعمال کا وسیلہ، جگہوں کا وسیلہ اور صالح شخصیات کا وسیلہ وغیرہ شامل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

”وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی ہستی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہو، جس نے راہِ سلوک طے کیا ہو اور اس راستہ کے نشیب و فراز سے واقف ہو“

علامات مرشد کامل

کامل مرشد وہ ہے جو مرید کو اللہ کی عطا اور بوسیلہ محمد ﷺ وہ چیز دیتا ہے جو مرید خود کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا اور اپنی ایک نظر سے مرید کے اندر ذکر قلب جاری کر دیتا ہے اور اُسکو دنیا سے توڑ کر اللہ سے جوڑ دیتا ہے۔[1]

مرشد کامل کی نشاندہی کرتے ہوئے کافی خصوصیات بیان کی گئی ہیں ان میں سے اہم درج ذیل ہیں۔

1. شیخ کامل متقی و پرہیزگار ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ اگر اتفاقاً سرزد ہو جائے تو اس پر اصرار نہ کرے، جلدی سے توبہ و رجوع الی اللہ کرے۔
2. دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر رکھتا ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیوی کام کاج ہی نہ کرتا ہو، جائز و حلال طریقہ پر جتنا چاہے دنیوی کام کرے لیکن اسکی وجہ سے آخرت کے معاملہ میں کوتاہی نہ کرتا ہو۔
3. اعمال صالحہ شوق سے کرتا ہو اور دل سے ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہتا ہو، خواہ بظاہر کتنا ہی وقت دنیوی کاموں میں مصروف رہتا ہو۔
4. کسی شیخ کامل کی صحبت ادب و محبت سے اختیار کی ہو اور اس سے باطنی نور حاصل کیا ہو۔
5. مریدین کے مال و ملکیت میں طمع و لالچ نہ رکھتا ہو اور نہ یہ چاہے کہ کوئی میری تعریف یا تعظیم کرے۔
6. مریدوں کی صلاحیتوں سے باخبر ہو اور استعداد و صلاحیت کے مطابق انکی تربیت کرے۔ اگر خدانخواستہ کسی ناقص پیر کے حضور سے اس کے پاس کوئی مرید آجائے تو حکیم حاذق کی طرح پہلے اس کے مرض کی تشخیص کرے، اس کے بعد دوائی دے۔ اخلاقی کمزوریوں کو سمجھ کر تلقین کے ذریعے اسکی اصلاح کرے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ناقص پیر جس نے خود سلوک کی تکمیل نہیں کی اور جذبہ کے مقام پر نہیں پہنچا، اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اسکی طرف رجوع کرنا مرض مہلک ہے۔ ایسے پیر کی صحبت سے بلند استعداد رکھنے والے مرید کی صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ سلوک کی تکمیل صرف شیخ کامل ہی مکمل کرا سکتا ہے۔ لہٰذا ناقص

---

[1] Sirhindī, Shaykh Aḥmad, *Maktūbāt Imām Rabbānī* (Part III, Letter 177, Volume I) (n.d.).

پیر سے طریقت کی تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں اور نہ اس سے، جس کے آباءواجداد تو کامل و مکمل ولی تھے لیکن یہ انکی راہ پر نہیں چلا۔ اس لیے اس میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔

پہلی فصل کا دوسرا اہم عنصر تصور مراقبہ ہے سفرناموں کے مندرجات میں اس کا بھی ذکر ہے لہذا یہاں مراقبہ کے صوفیانہ تصور پر بحث کی جاتی ہے۔

مراقبہ

محمد اختر مراقبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> "جب میں یہاں کے پہاڑوں کو دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں، تو شاید میری نظر اس جگہ سے مشرف ہو جائے جہاں آپ کے قدم مبارک پڑے تھے۔ اور میں غار حرا کا تصور کر کے کافی دیر تک اس میں گم رہتا اس وجہ سے کہ حقیقی معرفت نصیب ہو جائے"[1]

محمد اختر مکہ شریف میں اس بات کی بہت تاکید فرماتے کہ یہاں کے پہاڑوں کو بھی بہت محبت اور احترام سے دیکھو، کیوں کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم لگے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بکریاں چرائی ہیں۔

ممتاز مفتی اپنے سفرنامہ لبیک میں مراقبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> "قدرت کی حسین چیزوں کو دیکھ کر دل قدرت کی رنگینی میں گم ہو جاتا اور تنہائی میں بیٹھ کر خدا کے نور کی طرف اس قدر توجہ مبذول کرتا کہ ہر شے کو دائیں بائیں، اوپر نیچے گھیرے ہوا ہے۔ اور بعض اوقات اس قدر محو و مستغرق ہو جاتا کہ مکمل توجہ اس کی طرف ہو جاتی اور ہر طرف اسی کا جلوہ ہی دکھائی دیتا۔"[2]

ممتاز مفتی قدرت کی حسین چیزوں کو دیکھ کر سوچتے اور کافی دیر تک اس سوچ میں مبتلا رہتے کہ یہ سب قدرت کے کیسے کرشمے ہیں اس کائنات کو کتنا حسین بنایا اور بعض اوقات وہ اس قدر محو ہو جاتے کہ ہر طرف ان کو نور ہی نور دکھائی دینے لگتا۔

خواجہ حسن نظامی اپنے سفرنامہ مصر، فلسطین، شام و حجاز میں مراقبہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

---

[1] Muḥammad Akhtar, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (p. 25) (1437 AH).

[2] Mumtāz Muftī, *Labaik* (Lahore: Mushtaq Printers, 2014), p. 20.

"جب میں نے سمندر کو دیکھا تو وہ پاس انفاس کا شغل کر رہا تھا کنارے پر دیکھتا تو وہاں بھی نظر آتا کبھی سمٹ کر چار گز ہٹ جاتا اور کبھی دوڑ کر چار گز آگے بڑھ جاتا اور وسط میں بھی یہی کیفیت رہتی اوپر کے سانس سے پانی ابلتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور نیچے کے سانس سے دھنستا ہوا نظر آتا ہے گویا پانی اللہ کہہ کر اوپر آتا ہے اور ہو کہہ کر نیچے گھس جاتا ہے۔ لیکن جب طوفان کا زمانہ ہو تو سمندر پاس انفاس کا شغل چھوڑ کر نفی اثبات کرنے لگتا ہے۔ لا الہ کی نفی اس زور سے کرتا ہے کہ پانی سر سے اونچا معلوم ہونے لگتا ہے اور جب الا اللہ کی ضرب لگاتا ہے تو رونگ رونگ میں سنسناہٹ ہونے لگتی ہے۔"[1]

خواجہ حسن نظامی جب سمندر دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یہ سمندر بھی اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے اور اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور اپنے دیکھنے والوں کو قدرت کے دلکش کرشمے دکھاتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے خواجہ حسن نظامی سمندر کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے ہیں۔

پیر مہر علی شاہ کے بارے میں محبوب عالم مراقبہ ذکر و فکر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"راتیں اسی پتھر کی سل پر مراقبہ میں گزرتیں حضرت جس پہلو پر بیٹھ جاتے صبح صادق تک اسی پہلو پر بیٹھے رہتے ذرا برابر حرکت نہ کرتے موسم سرما کی طویل اور برفانی راتیں صرف ایک کمبل میں گزار دیتے صبح کے وقت کمبل پر برف جمی ہوتی جسے اٹھ کر جھاڑ دیتے۔ بہت عرصے بعد درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ مراقبہ ذکر میں بار بار پہلو بدلتے ہو ہم اپنے زمانے میں دوزانو بیٹھتے تھے تو عشاء سے تہجد اور فجر سے ظہر اسی حالت میں کرتے تھے۔"[2]

پیر مہر علی شاہؒ اس لگن سے عبادت میں مشغول ہو جاتے کہ انہیں کچھ خبر نہیں رہتی تھی انہوں نے ذکر و اذکار کے دوران کبھی اپنا پہلو نہیں بدلا جب وہ اپنے درویشوں کو دیکھتے کہ یہ تھوڑی دیر بعد پہلو بدلتے ہیں تو ان کو اپنا دور یاد آجاتا ان کے اندر عشق الٰہی کی حرارت وحدت اس قدر تھی کہ رات کو وادی کے منجمد تالاب میں غسل فرماتے اور برف ہٹا ہٹا کر غوطہ لگاتے تھے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مراقبہ کے بارے میں یوں بیان کیا جاتا ہے کہ

---

1 Ḥasan Nizāmī, Khawāja, *Safarnāmah Miṣr, Falasteen, Shām wa Ḥijāz* (Lahore: West Pakistan Urdu Academy, 1994), p. 17.

2 Gilānī, Muḥyī al-Dīn, Syed, *Maktūbāt* (Unpublished) (1948).

”جب آپ حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوئے تو روضہ رسول اللہ ﷺ پر حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی آپ کو نائب الرسول کے لقب سے سرفراز کیا گیا اور ہندوستان کی سرزمین کو تبلیغی مرکز بنانے کا حکم ملا۔ براستہ لاہور اجمیر کی طرف روانہ ہوئے۔ قیام لاہور کے دوران چھ ماہ تک حضور قدوۃ الاولیاء زبدۃ الاصفیاء حضرت علی ہجویریؒ کے مزار اقدس پر قدموں کی جانب چلہ کشی / مراقبہ کیا۔[1]

منور یوسفی اپنے مراقبہ کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”جب میں مواجہہ شریف پہنچا تو ختم شریف پڑھا اور بہت دیر تک مراقب رہا دل کے کسی گوشہ میں خواجہ بہاؤالدین کا واقعہ بھی گونج رہا تھا کہ جب آپ شیخ عبدالقادر کی قبر انور پر حاضر ہو کر مراقب ہوئے تو سرکار نے بھرپور توجہ فرمائی جب مراقبہ سے آنکھ کھولیں تو نوک مژگاں پہ محبت بھرے قطرے لیے دل قبولیت کی صداؤں کو سنتے ہوئے شیخ عبدالقادر کی خصوصی توجہ اور عنایت کو اپنے کاسئہ گدائی میں دیکھتے ہوئے خوشی سے جھومنے لگا۔“[2]

منور یوسفی اپنے شیخ کے در پر جب حاضری دیتے ہیں تو حاضری کے دوران مراقبہ کی صورت میں اپنے شیخ کا تصور کر کے بیٹھتے ہیں اور ان کی نظریں جھکی ہوئی ہیں خواجہ بہاو الدین نقشبند کے مراقبہ کی کیفیات بھی ان کے سامنے تھی۔ پھر جب ان کو شیخ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے تو ان کی خوشی کی انتہاء نہیں رہتی اور خوشی سے جھومنے لگتے ہیں۔

منور یوسفی لکھتے ہیں کہ

”کیا دیکھتا ہوں کہ مزار شریف کے باہر میرے بالکل سامنے آپ سرکار جالی کے ساتھ ٹیک لگائے چار زانو تشریف فرما ہیں اور آپ کے ہاتھ میں دودھ کا ایک جگ ہے آپ اس جگ میں سے دودھ کا ایک گلاس میری اہلیہ کو دے کر باقی تمام دودھ بندہ ناچیز کو عطا فرماتے ہیں اور پھر کچھ دیر بعد بحالت مراقبہ جب دوبارہ رابطہ ہوا تو دیکھتا ہوں کہ آپ اپنے مزار سے باہر

---

[1] Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Dr., *Tazkarah aur Ṣohbatain* (Lahore: Minhāj-ul-Qur'ān Publications, 2012), p. 136.

[2] Yūsufī, Muḥammad Mohsin Manwar, *Kitāb-e-Mohsin B-Zubān Mohsin* (Lahore: Fareediya Art Press, 2016), p. 68.

تشریف لا رہے ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک سبز رنگ کی اوڑھنے والی شال ہے جو اپنے دونوں ہاتھوں سے نہایت محبت بھرے انداز میں مجھے اوڑھا دیتے ہیں۔"

منور یوسفی کو جب اپنے شیخ کی بارگاہ سے خلافت ملتی ہے تو انہوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے جب وہ اپنے شیخ کو تصور میں رکھ کر مراقبہ کرتے ہے تو ان کے شیخ ان کو دودھ کا جگ عنایت کرتے ہیں اس کے بعد دوسری مرتبہ ایک شال کے ذریعے ان کو بشارت دیتے ہیں اور تیسری مرتبہ بھی ان کو مراقبہ کی صورت میں ملاقات ہوتی ہے اور ان کو ایک سیٹ دی جاتی ہے۔

محمد جلیل احمد اخوان مراقبہ کے بارے میں محمد اختر کی نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"مختصر اتنا سوچتے رہو کہ میں مالک کا بندہ ہوں، مالک کے پاس سے آیا ہوں اور مالک کے پاس ہی واپس جانا ہے اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ روح ان کے پاس ہی سے آئی ہے ۔ ہمارا وجود دراصل روح سے ہے اس لیے مرنے کے بعد جسم بے کار ہو جاتا ہے۔ جو اللہ والے ہیں وہ جب نماز پڑھتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ میری جان سجدہ کر رہی ہے، میری جان رکوع میں ہے، وہ جسم کو نہیں دیکھتے، جسم سے نظر ہٹا لیتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اگر روح نہ ہوتی تو ہم سجدہ کرتے، رکوع کرتے، قیام کرتے؟ مردہ کھڑا ہو سکتا ہے، مردہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر سکتا ہے؟ اس لیے سمجھ لو کہ اصل میں ہم روح ہیں۔"[1]

اس میں مرید کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کا خیال رکھے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کو واپس اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس کو اس بات پر یقین ہونا چاہیے کہ اصل جسم نہیں بلکہ کہ اصلیت روح ہے اور روح نہ ہو تو جسم کی کوئی حیثیت نہیں۔

سفر ناموں میں مراقبہ کے اقتباسات کا ذکر کرنے کے بعد اب اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں

مراقبہ کا لغوی معنی

لوئیس معلوف المنجد میں مراقبہ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

[1] Ikhwān, Jalīl Aḥmad, *Safarnāmah Haramayn Sharīfayn* (p. 57) (2016).

رَقَبَ رُقُوباً و رَقُوباً وَرَقابَۃً رِقبَاناً۔ و رِقبَۃً و رَقبَۃً نگرانی کرنا، نگہبانی کرنا، انتظار کرنا، ڈرانا۔ رَاقَبَہٗ: نگہبانی کرنا۔ رَاقَبُ اللهِ فِی امرہ اپنے معاملہ میں خدا سے ڈرنا تَرَاقبا: ایک دوسرے کی نگرانی کرنا[1]

المعجم الوسیط

(راقبہ) مراقبۃ و رقابا: نگرانی و حفاظت کرنا راقب اللہ او ضمیرہ فی امرہ: اس نے اپنے معاملہ میں اللہ کا خوف دل میں رکھا ہے اور اپنے ضمیر کو ملحوظ خاطر رکھا فلان لا یراقب اللہ فی امرہ: فلاں اپنے معاملے میں خوف خدا نہیں رکھتا۔[2]

مراقبہ کا اصطلاحی مفہوم

المُراقَبَۃُ: استدامۃ علم العبد باطلاع الرب علیہ فی جمیع احوالہ

مراقبہ اس علم کا نام ہے کہ اللہ بندے کے جمیع احوال پر مطلق ہے۔

شیخ طریقت مرید کو مراقبہ و محاسبہ کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ حکم اس آیت سے ماخوذ ہے

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ[3]

”ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو محاسبہ کا حکم دیا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ محاسبہ، مراقبہ پر موقوف ہے۔ جب تک مراقبہ نہ کیا جائے محاسبہ ناممکن ہے۔[4]

اپنے فعل و قدرت اور اوصاف و احوال سے جدا ہو کر فیضان الٰہی کے منتظر رہنے اور اللہ تعالیٰ کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو ”مراقبہ“ کہتے ہیں۔[5]

---

[1]Luwīs Ma‘lūf, *Al-Munjid* (Karāchī: Dār al-Ash‘āt Muqābil Mawlāwī Musāfir Khānā, 1994), p. 400.

[2] Ibrāhīm Muṣṭafā, *Mu‘jam al-Wasīṭ* (Lahore: Maktabah Raḥmānīyah, Iqrā Center, Ghaznī Street, Urdū Bazar, 1956), p. 430.

[3] Surah Al-Hashr, 59:18

[4]Chishtī, Yūsuf Salīm, Professor, *Tārīkh-e-Ṣūfīyah* (Lahore: Dār al-Kitāb Urdū Bazar, n.d.), p. 119.

[5] Muḥammad Nazir, *Khanqah Sirhind Sharīf* (Lahore: Ishtiaq A. Mushtaq Press, 2011), p. 147.

مراقبہ کے طریقے

صوفیاء کے ہاں مراقبہ کے درج ذیل طریقے ہیں

مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی آنکھیں بند کرے اپنے ذہن کو تمام خیالات و تفکرات سے آزاد کر دے اور کسی ایک خیال یا تصور کی طرف اس طرح متوجہ ہو جائے کہ اس کی دلچسپی اور اس کا ذہنی رشتہ دوسرے تمام خیالات سے باقی نہ رہے۔ مراقبہ کرنے کے حوالے سے درج ذیل طریقے درج کیے گئے ہیں

1. مراقبہ کے لئے آرام دہ اور پر سکون نشست ہونی چاہیے تا کہ اعصاب میں کھچاؤ نہ ہو اور جسم بے آرام نہ ہو۔
2. فرش یا چوکی پر بیٹھ کر بائیں پیر کو سمیٹ کر دائیں ران کے نیچے رکھ لیں اور دایاں پیر سمیٹ کر بائیں ران کے اوپر رکھ لیں۔ کمر اور ریڑھ کی ہڈی سیدھی رہے لیکن اتنا خم نہ ہو کہ کمر جھک جائے۔ اس نشست میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیں۔ ہاتھوں کو گود میں بھی رکھ جا سکتا ہے۔ جن لوگوں کو آلتی پالتی مار کر بیٹھنے میں مشکل ہو وہ نماز کی طرح دوزانو ہو کر بیٹھ جائے۔ اس نشست کے لئے بھی ضروری ہے کہ کمر میں نہ تو خم ہو اور نہ کمر تنی ہوئی ہو۔ بلکہ ایسی آرام دہ حالت ہونی چاہیے جس میں گردن اور کمر کے پٹھوں پر دباؤ نہ پڑے۔
3. کولہوں کے بل بیٹھ کر دونوں پیروں کو سمیٹ کر کھڑا کر لیں اور دونوں ہاتھوں کو حلقہ بنا کر گھٹنوں کے اوپر رکھ لیں یا گھٹنوں کے گرد حلقہ بنا لیں۔ اس انداز میں اوپری دھڑ ذرا آگے کو جھکا ہوتا ہے۔ اس انداز نشست میں ایک عام شخص طویل وقفہ تک بغیر کسی جسمانی تکلیف کے مراقبہ کر سکتا ہے۔
4. مراقبہ کرسی پر بھی بیٹھ کر کیا جا سکتا ہے لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کمر سیدھی رہے اور پشت سے ٹیک اس حد تک نہ لگے کہ نیند آ جائے۔ اسی انداز نشست میں چوکی، تخت یا صوفے پر بیٹھ کر بھی مراقبہ کیا جا سکتا ہے۔ چوکی یا تخت پر بیٹھنے کے بعد کوئی تکیہ گود میں رکھ کر اس پر ہاتھ رکھ لینے چاہیں تا کہ جسمانی سکون میں خلل نہ پڑے۔
5. بعض مراقبے پشت کے بل لیٹ کر بھی کیے جاتے ہیں لیکن لیٹ کر مراقبہ کرنے میں خامی یہ ہے کہ ذہن پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے اور مراقبہ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔[1]

---

[1] ‘Umar Ḥayāt, *Majālīs-e-Murshid* (Lahore: Al-Madīnah Publications, 1997), p. 285.

مراقبہ میں جگہ اور اوقات کا لحاظ

ماحول جس قدر پر سکون اور فرحت بخش ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے مراقبہ میں انہاک اور یکسوئی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مراقبہ ایسی جگہ کرنا چاہیے جہاں نہ زیادہ گرمی ہو اور نہ زیادہ ٹھنڈک کہ سردی محسوس ہونے لگے۔ گردوپیش میں چیزیں جتنی کم ہوں گی اسی قدر ذہن ہلکا رہے گا۔ جگہ ہموار اور گھٹن سے پاک ہونی چاہیے۔ مراقبہ کرتے وقت زیادہ سے زیادہ اندھیرے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ بتیاں بجھا دینی چاہیں اور اگر کسی کھڑکی سے روشنی آکر چہرے پر پڑ رہی ہو تو اسے پردے سے ڈھک دیں لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ کمرے میں آکسیجن کی کمی نہ ہو۔[1]

مراقبہ کے فوائد

مراقبہ کے درج ذیل فوائد ہیں۔

1. ذہن و دماغ کی کارکردگی کو بہتر بنانا
2. ذہن کی خصوصی قوتوں مثلاً قوت حافظہ، قوت تخلیق اور رفتار میں اضافہ کرنا۔
3. باطنی صلاحیتوں مثلاً ٹیلی پیتھی، کشف وغیرہ کو بیدار کرنا۔
4. غور و فکر اور وجدان کی قوتوں کو جلا بخشنا۔
5. طالب علم کی روحانی بصارت یا تیسری آنکھ کو متحرک کرنا۔
6. کسی بھی پروگرام پر عمل کرنے سے پہلے چند باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے۔[2]

مراقبہ پر آزمائش

ایک طالب کو مراقبہ کرنے پر درج ذیل آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔

1. مراقبہ کا عمل جب تک نتیجہ خیز مرحلہ میں داخل نہیں ہوتا تب تک طالب کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا، سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ کیفیات کے ادل بدل سے گزرنا پڑے گا۔
2. نفس کی تند و تیز لہروں سے روزانہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔
3. اسلامی شریعت پر عمل کرنے میں دشواری درپیش ہو گی، جبر کرکے بھی شریعت پر چلنے کے لئے کوشاں ہونا پڑے گا۔
4. غیر ضروری گفتگو اور بحث و مباحثہ سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنا ہو گی۔

---

[1] Jīlānī, ‘Abd al-Qādir, *Tasawwuf ke Roshan Ḥaqā'iq* (Lahore: Chief Executive, 2011), p. 247.

[2] Imdādullāh, *Kulliyāt Imdādīyah* (Lahore: Dār al-Ash‘āt Urdū Bazar, 1946), p. 30.

5. مراقبہ کے روزانہ کے عمل کو ہر صورت میں جاری رکھنا ہو گا اور مراقبہ کے عمل میں آہستہ آہستہ اضافہ کرنا ہو گا۔
6. روحانی استاد اور مربی سے صحبت و رابطہ کا خصوصی اہتمام کرنا پڑے گا۔ کم از کم مہینہ میں ایک بار صحبت و رابطہ کے لئے ضرور وقت نکالنا ہو گا۔
7. قبض یعنی اضطراب اور بے چینی اور بسط یعنی خوشی و لذت کے بدلتے ہوئے احساسات کے ساتھ اس کا سفر جاری رہیگا۔
8. بہتر خوابوں، کشف، کرامات، اور بزرگ بن کر دوسروں کی تربیت کا کام کرنے کی آرزوں کو پالنے سے احتراز کرنا ہو گا۔
9. دوسروں کو اذیت پہنچانے، حرام ذرائع سے دولت کمانے، بڑے پن اور جذبہ شہرت وریا کی آرزو اور نماز کے سلسلہ میں غفلت جیسے گناہوں سے طالب کے دل کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لئے ان گناہوں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ اگر گناہ ہو جائے تو کیفیات کتنی بھی خراب کیوں نہ ہوں فی الفور توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔
10. طالب مایوسی کو اپنے قریب بھی نہ آنے دے۔ اس لیے کہ غیر معمولی اضطراب مایوسی کی طرف لے جانے کا موجب بنتا ہے اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔[1]

مراقبہ کے لیے بہترین وقت

مراقبہ ان اوقات میں کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے

1. صبح سورج نکلنے سے پہلے
2. دن کے اوسط میں زوال کے بعد
3. عصر کے بعد
4. نصف رات کے بعد

ان اوقات میں نیچر کے اوپر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور انسانی حواس میں بھی ٹھہراو کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان اوقات میں مراقبہ کرنے کے فوائد زیادہ ہیں۔

[1] Chishtī, Wahīd Bakhsh, *Ruhaniyat-e-Islām* (Lahore: Al-Faisal Nashran wa Tajran Kutub, 2003).

ان سب اوقات کی اپنی جگہ کچھ خصوصیات ہیں لیکن وہ اوقات بہتر ہیں جو غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد عصر کا وقت ہے، جو غروب آفتاب کے قریب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رات میں وہ حواس متحرک ہو جاتے ہیں۔ جن سے غیبی دنیا کا انکشاف ہوتا ہے۔

نصف رات کے بعد لاشعوری حواس کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اور اسی لحاظ سے مراقبہ کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ لاشعوری حواس صبح سورج نکلنے سے پہلے تک غالب رہتے ہیں۔ اس لئے طلوع آفتاب سے پہلے مراقبہ کرنا زیادہ فوائد کا حامل ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے مراقبہ کرنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ رات کی نیند دن بھر کے تھکن کے اثرات اور دماغی اضمحلال دور کر دیتی ہے۔ اور مراقبہ کے وقت یکسوئی حاصل رہتی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد بھی کچھ وقت لاشعوری تحریکات کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس لئے مراقبہ کے اثرات ذہن کے اندر اتر جاتے ہیں۔[1]

مراقبہ کے بارے میں نظریات

حضرت واسطیؒ مراقبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

> "سب سے بڑی عبادت اپنے اوقات کی حفاظت ہے اور وہ یوں کہ اپنے دائرہ کار کے علاوہ کسی چیز کا مطالعہ نہ کرے، اپنے وقت میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو نگاہ میں نہ رکھے اور اپنے وقت کے سوا کسی اور وقت کا ساتھ نہ دے۔"[2]

غرض یہ کہ مجاہدہ اور تزکیہ نفس کے طریقوں سے قلب جس حقیقت تک پہنچنے کے لئے تیار کرایا گیا تھا، ذکر اور مراقبہ اسے وہاں پہنچا دیتا ہے۔

امام غزالیؒ مراقبہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

> "اگر کوئی ریاضت کرے اور دل کو غضب و شہوت اور اخلاق بد سے پاک کر لے اور تنہائی میں بیٹھ کر آنکھیں بند کر لے اور حواس کو معطل کر دے اور دل کو عالم روحانی کی طرف لگائے، ہمیشہ دل سے اللہ اللہ کہتا رہے یہاں تک کہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے تو اگر چہ وہ حالت بیداری ہی میں ہو لیکن اس کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے"۔[3]

---

[1] Azīmī, Shamsuddīn, Khawāja, *Iḥsān wa Tasawwuf* (Multan: Department of Islamic Studies, Bahauddin University, 2004), p. 231.

[2] Farahī, Obaidullāh, *Tasawwuf* (Dihlī: Ruby Printing Press, 1991), p. 107.

[3] Ghazālī, Muḥammad bin Muḥammad, *Kīmāyah Saʻādah* (Lucknow: Nawal Kishore, 1894 AH), p. 13.

مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے۔ اور اس مرتبہ پر انسان اس وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ محاسبہ (نفس کا حساب رکھنا) سے فارغ ہو جائے اور جب انسان اپنے گزشتہ افعال پر نفس کا محاسبہ کرتا ہے، اپنے وقت پر اپنی حالت درست کرتا ہے، راہ حق پر پختگی سے چلتا، اپنے اور اللہ کے درمیان دل پر دھیان دیتا، سانسوں کو مرضی مولا پر لیتا اور ہر حال میں اللہ کو سامنے رکھتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ اس کا نگہبان ہے۔ اس کے دل کے قریب اور اس کے حالات سے واقف، اس کے افعال کو دیکھتا اور اقوال سنتا ہے۔ اور جس شخص نے ان سب امور سے غفلت برتی، وہ وصل کے ابتدائی مراتب تک بھی نہیں پہنچ سکتا، اللہ کے قرب کے حقائق تک پہنچنا تو دور کی بات ہے۔

خلاصہ

مراقبہ کے لغوی واصطلاحی معنیٰ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مراقبہ کا طریقہ اور مراقبہ کے لیے موزوں وقت کونسا ہو گا اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ سفر ناموں میں سے ان اقتباسات کا ذکر کیا گیا ہے جن میں مراقبہ کی بحث تھی مراقبہ اس چیز کا نام ہے کہ سالک اللہ کی عبادت اس طریقہ سے کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا۔ اور اگر سالک اس مراقبہ پر نہ پہنچے تو اس طریقے سے عبادت الٰہی کرے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس لیے مراقبہ نہ صرف عبادت الٰہی کے لئے خاص ہے بلکہ انسان مختلف راز کو افشاں کرنے کے لئے مراقبہ کرتا ہے۔ جیسے کشف القبور کا مراقبہ، رویت باری تعالیٰ کا مراقبہ وغیرہ۔ مراقبہ اپنے باطن پر نظر رکھنے کو کہتے ہیں۔